مولانا قاضی منظور الحق کوثری ۔ منڈی بہاؤالدین

علمائے ذرائع معاش

موتمر المصنفین شعبہ اشاعت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے "ارباب علم و کمال اور پیشۂ رزق حلال" کی صورت میں سمعانی کی کتاب "الانساب" کا ترجمہ و تفہیم فصیح و بلیغ انداز میں پیش کیا۔ فن اور موضوع کے اعتبار سے تاریخ کی دلچسپ کتاب لکھی۔ ادارہ موتمر المصنفین اس کی اشاعت پر قابل مبارک باد ہے بالاستیعاب پڑھی اور متاثر ہو کر درج ذیل تحریر لکھ دی خدا کرے کہ قارئین الحق کے لئے نافع ہو (کوثری)

۱۔ ہمارے موجودہ معاشرہ میں چونکہ ذات پات کی تمیز ہندوانہ تہذیب سے متاثر ہے اس لئے ہنر اور پیشہ کو معیوب اور قابل گرفت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ فنون ہیں۔ ان کا حاصل کرنا ہر سوسائٹی اور معاش کے لئے ضروری و ناگزیر ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر پاکستان کے بننے کے بعد بھی ہمارے سکولوں میں انگریز کی چلائی ہوئی پالیسی کی وجہ سے غریب بچوں کی فیس معافی کی درخواست جب سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس پیش ہوتی ہے تو علماء کرام کے بچوں کی فیس اس وجہ سے معاف کی جاتی ہے کہ یہ بھی باقی کمین (نائی، موچی وغیرہ) کی طرح ہیں۔ انا للہ الخ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

۲۔ صحابہ کرامؓ سب تجارت پیشہ تھے عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا آیت رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ بازار والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کے صاحبزادے حضرت سالم نے فرمایا۔ کہ ایک روز عبداللہ بن عمرؓ بازار سے گزر رہے تھے تو نماز کا وقت آگیا۔ لوگ دکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ فرمایا یہ مذکورہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی۔

۔ عہد رسالت میں ایک حاجی تجارت کرتے تھے۔ دوسرے صنعت و حرفت یعنی لوہار تلواریں بناتے تھے۔ پہلے کی یہ حالت تھی کہ سودا تولتے ہوتے اذان کی آواز کان میں پڑی تو وہیں ترازو کو پھینک کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور دوسرے کا یہ عالم تھا کہ گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آئی تو ہتھوڑا ڈال کر چل دیتے۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کو صنعت کشتی اور حضرت داؤدؑ کو زرہ سازی سکھائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ بڑا عدل و انصاف کا تھا۔ بھیس بدل کر لوگوں سے حالات پوچھتے تھے۔ ایک دن فرشتہ بھیس تبدیل کر کے ملا داؤدؑ نے پوچھا کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ بہت اچھا آدمی ہے۔ مگر اس کی ایک عادت ایسی ہے کہ اگر وہ نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ پوچھنے پر بتایا کہ وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل و عیال کا گذارہ بیت المال سے لیتے ہیں حضرت داؤدؑ نے آہ وزاری کی تب اللہ تعالیٰ نے زرہ سازی کا فن دیا کہ لوہے کو موم بنا دیا۔

۴۔ موجودہ دور میں ایسی کیفیت کچھ زیادہ اہمیت والی نہیں ہے۔ مثلاً ایک گاؤں میں ایک شخص جولاہے یا موچی کا کام کرتا ہے تو وہ وہاں جولاہا اور موچی ہے۔ اور اگر یہ کام اجتماعی شکل میں ملوں کی صورت میں ہو تو پھر یہ قابل عزت و احترام۔ کیا سروس شوز والے اور کوہ نور ملز والے سب گھٹیا قسم کے حضرات ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۱۔ علماء ہند کے چند واقعات اور نظائر اسی ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں:

مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں لکھتے ہیں۔

میرا چشم دید واقعہ ہے کہ کان پور کے مشہور صاحب درس عالم محشی مثنوی مولانا روم مولانا احمد حسن مرحوم کے منجھلے صاحبزادے جو خود عالم بھی تھے کان پور میں صرف امرتیاں یا اور مختلف قسم کی مٹھائیاں بناتے تھے۔ بلکہ اپنی نگرانی میں بنواتے تھے۔ چونکہ ہر چیز مٹھائی میں دیانتداری سے دی جاتی تھی۔ گھی بھی خالص ہوتا تھا دوسرے اجزا بھی خالص۔ آج کانپور میں سینکڑوں آدمی اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ بننے کے گھنٹے دو گھنٹے بعد مٹھائی کا ملنا ناممکن تھا۔ خریدار گدھ کی طرح ٹوٹے پڑتے تھے۔ بسا اوقات پیشگی دے کر اپنا حصہ آدمی کو محفوظ کرانا پڑتا تھا حالانکہ اسی کان پور میں سینکڑوں حلوائی صبح سے شام تک بیٹھے مکھیاں مارا کرتے تھے۔

۲۔ مولانا عثمان خیرآبادی۔ جن کے متعلق فوائد الفواد میں سلطان المشائخ کے حوالہ سے مولانا عثمان کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ ان کا پیشہ طباخی تھا اور طباخی بھی کس چیز کی۔ "سبزی پختے از شلغم و چقندر و مانند آں در دیگ پختے واں را مے فروختے"، یہ خیال نہ کیجیے کہ نام کے مولانا تھے سلطان المشائخ ہی کا بیان ہے کہ "بس بزرگ کے بود او را تفسیرے ہست"، قرآن کا مفسر ہے شلغم چقندر پالک سب کو ملا کر ترکاری پکاتا ہے اور بیچتا ہے۔

۳۔ آج عوام کے چندوں پر مولویوں کی گذر بسر کا جو دارو مدار رہ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ملک کے تاجروں، رئیسوں، خوش باشوں کے سینوں کے وہ بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ اس دباؤ کے تحت بسا اوقات چشم پوشی کے جرم کا مجرم بھی بننا پڑتا ہے۔ کیا ان دنیوی اور دینی بے آبروئیوں سے بھی زیادہ کسی پیشے کے اختیار کرنے میں بے آبروئی کا احتمال ہے؟